ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

بحث و نظر

جرح وتعدیل کا تدریجی ارتقاء

"علم الجرح والتعدیل"، علم حدیث کی ایک اہم بالشان شاخ ہے اس میں راویانِ حدیث کی حیثیت اور احوال سے بحث کرتے ہوئے، ان کی ثقاہت یا عدم ثقاہت، عدالت یا ضعف، قوتِ حفظ یا اس کی کمی اور ضبط کی خوبی یا خامی وغیرہ کے بارے میں فیصلے صادر کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس میں راویانِ حدیث سے متعلق گوناگون مباحث و مسائل اٹھائے اور حل کئے جاتے ہیں۔ چونکہ احادیثِ نبویہ کا ثبوت و عدمِ ثبوت میں سلسلۂ سند یا بہ الفاظِ دیگر راویوں کی حیثیت پر موقوف ہے اس لئے علم جرح وتعدیل کی اہمیت و افادیت کے باب میں الگ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ اس طرف توجہ دلانا نامناسب نہ ہوگا کہ بنیادی لحاظ سے اس علم کے دو پہلو ہیں ایک نظری دوسرے عملی۔ اول الذکر کے دائرے میں اصولِ حدیث کی وہ کتابیں آتی ہیں جن میں خاص طور پر جرح وتعدیل کے اصول و قواعد مذکور ہیں۔ اور ثانی الذکر سے مراد اسماء الرجال کی وہ کتابیں ہیں جن میں راویانِ حدیث پر ان قواعد کا انطباق کیا گیا ہے۔ پھر جس طرح تدوینِ حدیث کا اہم اور مہتم بالشان عمل عہد صحابہ سے شروع ہو کر تبع تابعین اور اتباعِ تبع کے دور میں پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے اسی طرح جرح وتعدیل نے بھی ارتقا کے مختلف مراحل سے گذر کر ایک منظم اور باقاعدہ علم کی شکل اختیار کی ہے۔ اس علم کی شکل اختیار کی ہے۔ اس علم کے تدریجی ارتقا کی تفصیلات اپنے محدود مطالعے کے دوران راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذریں۔ اس لئے خیال پیدا ہوا کہ اگر اس سلسلے کی جزئیات ایک مضمون میں یکجا کر دی جائیں تو اربابِ ذوق کے لئے دلچسپی کا سامان فراہم ہو سکتا ہے۔ پیشِ نظر مضمون اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے۔

زیر بحث علم جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، دو اجزا پر مشتمل ہے۔ ایک جرح دوسرے تعدیل، جرح، از روئے لغت زخمی کرنے یا مجروح کرنے کو کہتے ہیں (جرحہ یجرحہ جرحًا) اثّر فیہ بالسلاح[1]) اور جب یہ لفظ حاکم اور شاہد و گواہ کے سیاق و سباق میں استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ حاکم کو گواہ کی کذب بیانی یا ایسی ہی کسی خصلت کا علم ہو گیا جس کی بنا پر اب اس کی شہادت قابل قبول نہیں رہی یقال جرح الحاکم، اذا عثر منہ علی ما تسقط بہ عدالتہ من کذب وغیرہ[2]) بعد میں اس لفظ کے محلِ استعمال میں حاکم کی

تخصیص باقی نہ رہی۔ اور مطلق ردّ شہادت کے مواقع پر اس کا اطلاق کیا جانے لگا (وقد قیل ذلك فی غیر الحد، جرح الوجل غض شهادته[۳]) چونکہ روایت حدیث کو شہادت اور راوی حدیث کو شاہد سے کئی وجوہ سے مشابہت حاصل ہے اس لئے محدثین نے جب کسی راوی حدیث پر کلام کیا یا اس کی روایت کو رد کردیا تو اس کے لئے جرح کی اصطلاح وضع کی گئی۔

'تعدیل' کا مادّہ 'عدل' ہے۔ عدل وہ لوگ کہلاتے ہیں جن کی بات یا جن کا فیصلہ پسندیدہ اور قابل قبول ہو (العدل من الناس، المرضی قوله وحکمه[۴]) اور عادل وہ شخص کہلاتا ہے جس کی گواہی میں کوئی مضائقہ نہ ہو (رجل عدل وعادل، جائز الشهادة[۵]) گواہوں کی تعدیل کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عادل ومعتبر قرار دیا جائے (تعدیل الشهود، إن تقول انهم عدول[۶]) محدثین کی وضع کردہ تعدیل کی اصطلاح یہیں سے ماخوذ ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اصطلاح کے طور پر ان کلمات کا استعمال عہد تابعین سے پہلے نہیں ملتا۔ لیکن جہاں تک جرح و تعدیل کی حقیقت کا تعلق ہے تو اس کی مثالیں صحابۂ کرام ہی کے دور سے ملنی شروع ہو جاتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی احادیث نبویہ کے اولین راوی ہیں۔ دنیا میں روایت حدیث کا سلسلہ انہیں کے نفوس قدسیہ کی بدولت عام ہوا ہی نہیں بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں بھی ایک دوسرے سے آپ کے فرمودات نقل کرتے رہتے تھے۔ بلکہ بعض احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں بھی وہ فرمودات نبوی ایک دوسرے سے بیان کرتے تھے[۷]۔ اس لئے منطقی وفطری طور پر بھی لازم ہو جاتا ہے کہ جرح و تعدیل کا سلسلہ اسی عہد سے شروع ہو چکا ہو۔ اس سلسلے میں ہم پہلے تعدیل کو لیتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

لیس کلنا کان یسمع حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم، کانت لنا ضیعة واشغال، ولکن الناس لم یکونوا یکذبون یومئذ، فیحدث الشاهد الغائب[۸] (ہم میں سے ہر ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث (براہ راست) نہیں سن پاتا تھا کیونکہ ہم لوگوں کے پاس جائیداد بھی تھی اور دوسرے مشاغل بھی تھے لیکن لوگ ان دنوں کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں حاضر رہنے والا، موجود نہ رہنے والے کے سامنے آپ کے فرمودات بیان کردیتا تھا) مسند احمد میں یہ روایت ان الفاظ میں منقول ہے:-

ما کل ما نحدثکموه سمعناه من رسول الله صلی الله علیه وسلم ولکن حدثنا اصحابنا وکانت تشغلنا رعیة الابل[۹]

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:۔

واللہ ماکنا نکذب، ولا کنا ندری بعضنا بعضاً[۱۰] (واللہ ہم لوگ نہ تو جھوٹ بولتے تھے اور نہ جانتے تھے کہ جھوٹ کیا ہے۔ انہیں کا قول ہے۔ لایتھم بعضنا بعضاً[۱۱] (ہم لوگ ایک دوسرے کو متہم نہیں سمجھتے تھے)

ان بیانات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ خود صحابہ کرام نے جماعت صحابہ کی اجتماعی طور پر قولاً بھی تعدیل کی ہے اور ایک دوسرے کی روایات کو قبول کرکے عملاً بھی تعدیل کی ہے۔ اس کے علاوہ انفرادی تعدیل کی مثالیں بھی موجود ہیں۔ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ "صدق ابوہریرہ"[۱۲]۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی "صدق" کہہ کر ان کی تعدیل و تصدیق کی۔

بعض مواقع پر بعض صحابۂ کرام نے کذب بیانی کی نفی کرتے ہوئے خود اپنی ذات کا بھی تزکیہ فرمایا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد نے بعض احادیث کی روایت کے سلسلے میں حضرت زید بن ارقمؓ کی تغلیط و تکذیب کرتے ہوئے کہا۔

کذبت ولکنک شیخ قد خرفت تو اس کے جواب میں حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا:۔

اما انہ سمعت اذنای، ووعاہ قلبی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول: من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار، ما کذبت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم[۱۴]

سن لو یقیناً میرے کانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے اور میرے قلب نے اسے محفوظ کرلیا ہے۔ کہ جو کوئی دیدہ و دانستہ میری طرف کوئی غلط بات منسوب کرے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالینا چاہئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی غلط بات کا انتساب نہیں کیا ہے۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہؓ نے اپنے بارے میں فرمایا:۔

یقولون: إن أبا ھریرۃ قد اکثر، واللہ الموعد[۱۵]

لوگ کہتے ہیں: ابوہریرہ بہت روایتیں بیان کرتے ہیں۔ اللہ کے حضور میں پیشی کا دن مقرر ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

فما أخالنی اکذب علی خلیلی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں اپنے بارے میں یہ نہیں سوچتا کہ میں اپنے خلیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کروں۔

اسی طرح حضرت علیؓ نے ایک موقع پر فرمایا: اذا حدثتکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلأن اخر من السماء احب إلی من أکذب علیہ[۱۶]۔ جب میں تم لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کروں تو مجھے آسمان سے گرجانا پسند ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کا انتساب پسند نہیں۔

اسی لئے امام نووی نے صحابہ کے عدول ہونے پر امت کا اجماع نقل کیا ہے[۱۷]

دوسری طرف قبولِ روایات کے باب میں حزم و احتیاط اور تحقیق و تفتیش کا آغاز بھی صحابہ کرام کے عہد سے ہی ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے واقعے کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ جب حضرت موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ حدیث سنائی۔

قد قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: اذا استاذن احدکم ثلاثاً، فلم یؤذن له، فلیرجع
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اُسے اجازت نہ ملے، تو لوٹ جائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

لتاتینی علی ھذا بالبینۃ تم میرے پاس کہیں نہ کہیں سے اس کا ثبوت لاؤ۔

پھر جب حضرت ابوسعید خدریؓ نے حضرت ابوموسیٰؓ کی تصدیق فرمائی تو حضرت عمرؓ نے اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ میرا دلیل طلب کرنا، عدم اعتماد یا تہمت کذب وغیرہ کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس کا باعث و منشا یہ تھا کہ احادیث کی روایت میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

انی لم اتہمك، ولکن الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم شدید (ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:-

أما إنی لم اتہمك، ولکن خشیت أن یتقول الناس علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم [19]

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے درمیان بھی پیش آیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ کو حضرت ابن عباسؓ کے ایک فتوے کے بارے میں اشکال تھا۔ لیکن جب ایک صحابیہ نے حضرت ابن عباسؓ کی تصدیق کر دی تو حضرت زیدؓ کا اشکال رفع ہو گیا۔[20]

اب ہم سلسلۂ گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے جرح کی طرف آتے ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا۔ صحابہ کرام کذب بیانی سے مبرا و منزہ ہیں۔ اس لئے اس پہلو سے ان پر جرح کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔ البتہ سہو و نسیان یا منشائے نبوی تک پہنچنے میں ان سے غلطی کے صدور کی بالکلیہ نفی نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ کتب حدیث میں ایسے متعدد مقامات آتے ہیں جہاں ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی سہو و نسیان یا غلط فہمی کی نشاندہی کی ہے یا اس کا شبہ ظاہر کیا ہے لیکن بہتر ہو گا کہ احترام صحابہ کے پیش نظر ہم ان کو 'جرح' کے بجائے 'استدراکات و تعقبات صحابہ' سے تعبیر کریں۔ تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہی استدراکات زمانۂ مابعد کے راویوں پر جرح کے ابتدائی نمونے اور ان کی بنیاد ہیں۔ لہٰذا جرح کے تاریخی مطالعے میں انہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ یہاں اس امر کی صراحت ضروری ہے کہ بعض صحابہ کرام کے اس قسم کے بیانات سے دوسرے صحابہ کرام کی عمومی تعدیل یا کسی خاص صحابی کی تعدیل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ "الصحابۃ کلھم عدول"، کا قاعدہ، بدون کسی استثنا

قاعدۂ مسلّمہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک صحابی کا دوسرے صحابی کی روایت پر استدراک اور تعقب لامحالہ درست بھی ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہوں اور استدراک کرنے والے صحابی کو تعدّدِ روایت کا علم نہ ہو۔ اس تمہید کے بعد ہم استدراکاتِ صحابہ کی بعض مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت ابن عمرؓ دونوں ارشادِ نبوی نقل کرتے ہیں:۔

ان المیت لیعذب ببکاء اھلہ[21] (مُردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ تک یہ روایت پہنچی تو انہوں نے اسے تسلیم نہیں کیا۔ اور فرمایا کہ واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی یا ایک یہودیہ کے جنازے کے پاس سے گذرے۔ وہاں اس کے رشتہ دار اس پر رو پیٹ رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ رو رہے ہیں حالانکہ اس پر عذاب ہو رہا ہے[22]

بیان واقعہ سے پہلے حضرت عائشہؓ نے جو کلمات کہے، وہ مختلف روایات میں مختلف طرح وارد ہوئے ہیں یہاں ان میں سے بعض کے متن نقل کئے جاتے ہیں۔

انکم لتحدثونی عن غیر کاذبین ولا مکذبین ولکن السمع یخطئ

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں:۔ یرحم اللہ أبا عبد الرحمٰن سمع شیئاً فلم یحفظ

ایک اور روایت میں اس طرح ہے:۔ یغفر اللہ لأبی عبد الرحمٰن، أما أنہ لم یکذب، ولکنہ نسی وأخطأ۔ یہ تینوں روایتیں صحیح مسلم[23] کی تھیں۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یوں ہے۔ یرحم اللہ عمر وابن عمر، ما ھما بکاذبین ولا مکذبین ولا متزیدین[24]۔ مسند ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:۔ إن ابا عبد الرحمٰن یعنی ابن عمر أخطأ سمعہ[25] ایک اور روایت میں وارد ہے۔ وھل ابو عبد الرحمٰن کما وھل یوم قلیب بدر[26]

یہ روایات تعدیل اور جرح دونوں کا قدیم ترین نمونہ پیش کرتی ہیں:۔

"ما ھما بکاذبین ولا مکذبین"، "اما انہ لم یکذب"، تعدیل ہے اور "سمع شیئاً فلم یحفظ/ نسی واخطأ/ اخطأ سمعہ/ وھل ابو عبد الرحمٰن" جرح ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے روایت بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں بعد عصر دو رکعت نماز ادا کی۔ اس روایت کی بنیاد پر حضرت ابن زبیر نے بعد عصر دو رکعت نماز کا معمول بنالیا۔ بعض دوسرے حضرات نے بھی ان کے حکم سے یہ نماز پڑھنے لگے۔ حضرت معاویہؓ نے کسی کو بھیج کر حضرت عائشہؓ سے اس کی حقیقت دریافت کروائی۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ابن زبیر کو بات یاد نہیں رہی۔ یہ دو رکعتیں

نماز ظہر کے بعد کی دو سنتیں تھیں جو قضا کے طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر میں پڑھی تھیں۔ یہ ایک طویل روایت ہے۔ اس موقع پر حضرت عائشہؓ کے الفاظ اس طرح نقل کئے گئے ہیں :-

فقالت لم یحفظ ابن الزبیر[۲۷]

یہاں بھی حضرت عائشہؓ نے راوی کی طرف سہو و نسیان کا انتخاب فرمایا ہے۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے :- عبد اللہ بن طاوس عن ابیہ عن عائشۃ أنھا قالت : وھم عمر انما نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الصلاۃ ان یتحری طلوع الشمس وغروبھا[۲۸]

اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کی طرف وہم کا انتساب کیا ہے۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں بھی عمرہ فرمایا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا :- ابن عمرؓ بھول گئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں فرمایا۔ اصل روایت کے الفاظ یہ ہیں :-

عروۃ بن الزبیر قال : کنت انا وابن عمر مستندین الی حجرۃ عائشۃ، انا نسمعھا تستن : قلت : یا ابا عبد الرحمٰن اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب ؟ قال نعم، قلت : یا امتاہ : ما تسمعین ما یقول ابو عبد الرحمٰن ؟ قالت : ما یقول : اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب، قالت : یغفر اللہ لابی عبد الرحمٰن نسی، ما اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی رجب قال : وابن عمر یسمع، فما قال لا ولا نعم، سکت[۲۹]

۵۔ مطلقہ کے سکنیٰ ونفقہ سے متعلق حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت معروف و مشہور ہے۔ حضرت عمرؓ نے کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہوئے، سہو و نسیان شبہے کی بنا پر اسے قبول نہیں فرمایا۔ اس موقع پر ان کے الفاظ اس طرح منقول ہیں :-

قال عمر : لا نترک کتاب اللہ وسنۃ نبینا صلی اللہ علیہ وسلم لقول امرأۃ لا ندری لعلھا حفظت او نسیت، قال اللہ عز وجل لا تخرجوھن من بیوتھن، ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ[۳۰]

۶۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے سنا تو فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دراصل یہ فرمایا تھا کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں :-

اخبرت عائشة ان ابن عمر يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الشهر تسع وعشرون فأنكرت ذلك عائشة، قال: يغفر الله لابي عبد الرحمن ليس كذلك قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ولاكنه قال الشهر يكون تسعاً وعشرين[۳۱]

مذکورہ بالا روایات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اگرچہ عام طور پر تمام صحابہ کی تعدیل کرتے اور ان کی روایات کو قبول کرتے تھے لیکن کبھی کبھی انہوں نے بعض روایات کے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے راوی کی طرف سہو و نسیان یا غلطی و غلط فہمی کا انتساب بھی کیا ہے یا تو اس لئے کہ وہ روایت ان کی اپنی سنی ہوئی روایت کے خلاف رہی ہے اور یا اس لئے کہ انہوں نے اسے قرآن پاک کی کسی آیت سے متعارض تصور کیا ہے۔

جرح و تعدیل کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ ثقہ راویوں کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ بعض ثقہ ہیں تو دوسرے ان سے زیادہ ثقہ۔ اس طرح بعض کا درجہ کسی خاص باب میں دوسروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ کتب حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام بھی اس اصول سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے اپنے قول و عمل کے ذریعے اس کا اظہار بھی فرمایا ہے اس سلسلے کی بعض تفصیلات ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ شریح بن ہانی نے حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کی بابت بعض سوالات کئے تو انہوں نے مشورہ دیا کہ اس سلسلے میں حضرت علیؓ کی طرف رجوع کرو۔ وہ سفر میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

عن شريح بن هانئ قال: أتيت عائشة، أسألها عن المسح على الخفين، فقالت: عليك بابن طالب، فأسأله، فانه كان يسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم[۳۲]

۲۔ حضرت ابوہریرہؓ نے فتویٰ دیا کہ حالت جنابت میں روزہ درست نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر ایسی حالت میں صبح ہو جائے تو روزہ نہ رکھا جائے۔ ازواج مطہرات میں حضرت ام سلمیٰؓ اور حضرت عائشہؓ سے استصواب کیا گیا تو ان دونوں نے بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کے خلاف تھا۔ جب حضرت ابوہریرہؓ کو اس کی خبر دی گئی اور انہوں نے اطمینان کر لیا کہ واقعی ازواج مطہرات کا یہی بیان ہے تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور کہا کہ ازواج مطہرات اس سلسلے میں دوسروں سے زیادہ واقف کار ہیں۔ آخر میں انہوں نے یہ بھی بتایا کہ میرا پہلا قول حضرت فضل بن عباسؓ کی روایت پر مبنی تھا۔

قال: هما اعلم، انما انبانيه الفضل بن عباس[۳۳] حضرت ابوہریرہؓ کا یہ قول ظاہر ہے کہ وہ سلسلہ زیر بحث حضرت فضل بن عباسؓ کے مقابلے میں ازواج مطہرات کو اثقہ اور اعلم سمجھتے تھے۔

۳۔ ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ دونوں نے صوم وصال اور بعد عصر کی دو رکعتوں

کے بارے میں فرمایا کہ ازواج مطہرات کو اس کے بارے میں ہم سے زیادہ علم ہے ۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلم بذالک منا[۳۴]

یہ تمام گفتگو بعض صحابہ کرام کی دوسرے صحابہ کرام سے متعلق تھی۔ اس سلسلے کی اگلی بات یہ ہے کہ صحابہ سے بعض تابعین اور ان کی روایات کی توثیق و تعدیل بھی ثابت ہے۔ مثلاً

۱۔ ابو مالک کہتے ہیں کہ ہم ابوادریس خولانی کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ ہمیں حدیث سناتے تھے۔ ایک دن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی غزوے کا ذکر چھیڑا اور اس سے متعلق تمام تفصیلات بیان کیں مسجد کے گوشے میں ایک صاحب تشریف فرما تھے۔ انہوں نے وہیں سے پوچھا کہ کیا تم اس غزوے میں موجود تھے؟ تو ابوادریس نے جواب دیا نہیں۔ اس پر ان صاحب نے فرمایا۔ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوے میں موجود تھا۔ لیکن تمہیں اس کی جزئیات و تفصیلات مجھ سے زیادہ یاد ہیں ۔

خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ، قال: کنا نجالس الی ابی ادریس الخولانی فیحدثنا، فحدث یوماً عن بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حتی استوعب الغزاۃ، فقال رجل من ناحیۃ المسجد، احضرت ھذہ الغزوۃ؟ فقال لا، فقال الرجل قد حضرتھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ولانت احفظ لھا منی[۳۵]

۲۔ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے فرائض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ سعید بن جبیر کے پاس چلے جاؤ۔ انہیں ریاضی کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔ وہ ورثا کے حصوں کی تقسیم اسی طرح کرتے ہیں جیسے میں کرتا ہوں ۔

سال رجل ابن عمر عن فریضۃ، فقال: ائت سعید بن جبیر فانہ اعلم بالحساب منی، و ھو یفرض فیھا ما افرض[۳۶]

۳۔ عامر بن الشراحیل الشعبی مغازی کی روایات پڑھ رہے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو فرمایا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شعبی ان غزوات میں ہمارے ساتھ شریک تھے یقیناً ان کی یادداشت مجھ سے اچھی ہے اور علم بھی مجھ سے زیادہ ہے مرّ ابن عمر بالشعبی وھو یقرأ المغازی، فقال: کأن ھذا کان شاھداً معنا، ولھو أحفظ منی واعلم[۳۷]

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جابر بن زید کی تعریف کرتے ہوئے تعریف کرتے ہوئے فرمایا اگر اہل بصرہ جابر بن زید کی باتیں قبول کرتے تو وہ انہیں قرآن پاک کے سلسلے میں اپنی وسیع معلومات سے مستفید کر سکتے تھے ۔ روی عطاء عن ابن عباس قال: لو أن اھل البصرۃ نزلوا عند قول جابر بن زید لاوسعھم علما عما فی کتاب اللہ۔

۵۔ حضرت ابن عباسؓ نے طاؤس کے بارے میں فرمایا۔ انی لاظن طاووساً من اھل الجنۃ [۳۸] میں طاؤس کو اہل جنت میں سے سمجھتا ہوں۔

صحابہ کرام کے دور اول میں روایت حدیث میں عام طور پر احتیاط برتی جاتی تھی۔ غیر مستند راوی تھے، نہ غیر معتبر روائتیں، اس لئے صحابہ کرام جس طرح باہم ایک دوسرے کی روایات کو معتبر و مستند تصور کرتے تھے اسی طرح غیر صحابی کی روایات بھی وہ عام طور پر قبول کر لیتے تھے۔ لیکن خلافت راشدہ کا دور ختم ہوتے ہوتے یہ کیفیت باقی نہ رہی۔ اور بعض غیر معتبر راوی معاشرے میں وجود پذیر ہوگئے۔ اس لئے صحابہ کرام نے بھی عمومی توثیق کا رویہ ترک فرما دیا۔ اور یہ اصول وضع کیا کہ صرف وہی روائتیں قبول کی جائیں جنہیں وہ جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہت واضح ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا یاد کرنا ہمارا معمول تھا اور حدیثیں تو یاد کی ہی جاتی ہیں، لیکن جب تم لوگ اچھی بری ہر طرح کی سواری پر سوار ہو گئے تو بات بہت دور ہو گئی۔ یعنی اب ہر راوی اور ہر روایت کی توثیق مشکل ہو گئی۔

انما کنا نحفظ الحدیث، والحدیث یحفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فأما إذا رکبتم کل صعب وذلول فھیھات [۳۹] ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

انما کنا مرۃ اذا سمعنا رجلا یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدرتہ ابصارنا واصغینا الیہ بآذاننا، فلما رکب الناس الصعب والذلول، لم ناخذ من الناس الا ما نعرف [۴۰]

ان بیانات کے پیش نظر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ راوی اور روایات کی چھان بین کا سلسلہ صحابہ کرام ہی کے دور سے شروع ہو گیا تھا۔ اسی طرح روایات میں معروف و غیر معروف کی تفریق نیز اول الذکر کے قبول اور ثانی الذکر کے ترک کا اصول بھی صحابہ کرام ہی کا وضع کردہ ہے۔ قابل ذکر امر یہ ہے کہ اس اصول کے انطباق کی مثالیں بھی عہد صحابہ ہی سے ملنے لگتی ہیں۔

عبداللہ بن ابی ملیکہ (ف، ۱۱۷ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ایک خط لکھا اور اس میں یہ درخواست کی کہ میرے لئے ایک منتخب صحیفہ تیار کر دیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ کہ لڑکا خیر خواہ ہے۔ میں یہ انتخاب ضرور تیار کروں گا۔ پھر انہوں نے حضرت علیؓ کی طرف منسوب فیصلوں کا ایک مجموعہ منگایا۔ اور اس کے بعض حصے اپنے منتخب صحیفے میں شامل کر لئے اور بعض دوسرے حصوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ حضرت علیؓ نے ہرگز یہ فیصلہ نہ کیا ہوگا۔

عن ابن ابی ملیکۃ قال: کتبت إلی ابن عباس اسالہ ان یکتب لی کتابا ویخفی منی، فقال ولد ناصح انا اختار لہ الامور اختیارا۔ قال فدعا بقضاء علی رضی اللہ عنہ، فجعل یکتب منہ أشیاء، ویمر بہ الشئ فیقول: واللہ ما قضی بھذا علی، الا ان یکون ضل [۴۱]

صحابۂ کرام سے روایت حدیث کے جو اصول وآداب منقول ہیں انہیں مختصراً اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے۔

(الف) صرف ثقہ راویوں کی ہی روائتیں قبول کی جائیں۔ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں: کان یا مرنا ان لا ناخذ الا عن ثقة[42] وہ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم بجز ثقہ کے کسی اور سے روایت نہ لیں۔

(ب) غیر معروف راویوں کی روائتیں نہ قبول کی جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:-

ان الشیطان یتمثل فی صورۃ الرجل فیحدثھم بالحدیث من الکذب، فیتفرقون، فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھه ولا ادری ما اسمه[43] بلاشبہ شیطان انسان کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔ پھر لوگوں کے پاس آتا ہے ان سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ مجلس سے اٹھ کر ادھر ادھر پھیل جاتے ہیں۔ پھر انہیں میں کا کوئی شخص کہتا ہے۔ میں نے ایک شخص سے سنا ہے جسے میں چہرے سے پہچانتا ہوں، لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔

(ج) تحقیق وتفتیش کے بغیر ہر سنی ہوئی بات بیان نہ کی جائے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ دونوں سے منقول ہے:- بحسب المرء من الکذب ان یحدث بکل ما سمع[44] انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرے۔

(د) ایسی روائتیں بیان نہ کی جائیں جو سامعین کی فہم سے بالاتر ہوں۔ حضرت علیؓ کا قول ہے:-

حدثوا الناس بما یعرفون، ودعوا ما ینکرون، اتحبون ان یکذب اللہ ورسوله[45]

لوگوں سے وہی باتیں بیان کرو جس سے وہ مانوس ہوں۔ جن سے وہ نامانوس ہوں انہیں ترک کردو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کو جھٹلایا جائے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:- ما انت بمحدث قوما حدیثا تبلغه عقولھم الا کان لبعضھم فتنة[46] تم جب بھی لوگوں سے ایسی حدیث بیان کروگے جو ان کی فہم سے بالاتر ہو، تو کچھ لوگ ضرور فتنوں کا شکار ہوں گے۔

حواشی

۱ ۲ ۳ لسان العرب، ابن منظور (مادہ جرح) ۴ ۵ ۶ ایضاً مادہ عدل

۷ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ باب الذکر المستحب عقب الوضو (روایت حضرت عقبہ بن عامر)

۸ الجامع لاخلاق الراوی والسامع ص ۱۲ بحوالہ علم رجال الحدیث۔ ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری۔ ص ۵۰۔ ۹ مسند احمد بن حنبل، دار صادر، بیروت ۴/ ۲۸۳ ۱۰ مفتاح الجنۃ۔ للسیوطی بحوالہ علم رجال الحدیث ص ۵۰ ۱۱ الطبقات الکبری، لابن سعد ۲/ ۱۳ ۱۲ صحیح مسلم کتاب الجنائز (قیل لابن عمران

ابا هريرة يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من تبع جنازة، فله قيراط من الاجر، فقال ابن عمر اكثر علينا ابو هريرة، فبعث الى عائشة نسألها فصدقت ابا هريرة
اسی باب کی ایک دوسری روایت میں "صدق ابو ہریرۃ" کے الفاظ ہیں۔

[13] مسند احمد ۱/۳۴۸ - سئل ابن عمر عن الجر ينبذ فيه، فقال: نهى الله عزوجل عنه و رسوله، فانطلق الرجل الى ابن عباس فذكر له ما قال ابن عمر، فقال ابن عباس صدق

[14] سیر اعلام النبلاء ۹/۱۹۶، مسند احمد ۴/۳۶۷ [15] صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب من فضائل ابی ہریرۃ

[16] مسند احمد ۵/۱۶۷ [17] صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تنام عینه ولا ينام قلبه

[18] شرح صحیح مسلم، باب فضائل الصحابہ۔ اتفق اهل الحق ومن يعتد به فى الاجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضى الله عنهم اجمعين [19] اصل روایت اور آخر کے دونوں اقوال کے لئے ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کم مرة يسلم فى الاستيذان۔

[20] مسند احمد ۱/۳۴۸ عن طاوس قال كنت مع ابن عباس اذ قال له زيد بن ثابت، انت تفتى ان تصدر الحائض قبل ان يكون آخر عهدها بالبيت، قال نعم، قال: فلا تفت بذلك، فقال له ابن عباس: اما لا فسل فلانة الانصارية هل امرها بذلك النبى صلى الله عليه وسلم؟ فرجع اليه زيد بن ثابت يضحك ويقول: ما اراك الا قد صدقت۔ [21] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم يعذب الميت ببعض بكاء اهله [22] صحیح مسلم کتاب الجنائز انما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بيهودية يبكى عليها فقال: انهم يبكون عليها وانها لتعذب فى قبرها مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے انما مرت على رسول الله صلى الله عليه وسلم جنازة يهودى، وهم يبكون عليه، فقال: انتم تبكون، وانه ليعذب مسند احمد میں اس روایت کے مختلف متون کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۶/۳۹، ۶/۵۷، ۶/۹۵۔ [23] صحیح مسلم کتاب الجنائز۔

[24] مسند احمد ۶/۲۸۱ [25] ایضاً [26] ایضاً ۶/۲۰۹ [27] ایضاً ۶/۱۸۴ [28] ایضاً ۶/۱۲۴ [29] ایضاً ۶/۵۵ [30] صحیح مسلم کتاب الطلاق، باب المطلقة البائنة لا نفقة لها [31] مسند احمد ۶/۲۴۳ [32] صحیح مسلم باب التوقيت فى المسح على الخفين

[33] مسند احمد ۶/۲۰۳ [34] ایضاً ۶/۱۲۶ [35] سیر اعلام النبلاء للذہبی ۴/۲۰۵ [36] ایضاً ۴/۳۳۶ [37] ایضاً ۴/۳۰۲

[38] حضرت ابن عباس کے دونوں اقوال کے لئے بالترتیب ملاحظہ ہو۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۴۸۲ اور ۵/۳۹

[39] [40] مقدمہ مسلم [41] ایضاً [42] فتح الملہم شرح صحیح مسلم للعلامۃ شبیر احمد عثمانی ۱/۱۳۰ [43] مقدمہ مسلم [44] مقدمہ مسلم حضرت ابوہریرہؓ سے یہ قول مرفوعاً بھی مروی ہے۔ [45] صحیح بخاری، کتاب العلم باب من خص بالعلم قوما دون قوم كراهية ان لا يفهموا [46] مقدمہ مسلم۔